حق تویہ ہے
قرآن
حدیث
اور
فقہ حنفی
WWW.NAFSEISLAM.COM
از قلم!
ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی
خطیب جامع مسجد فیضان علی
نیو سموں واہ کینٹ
ملنے کا پتہ: مکتبہ فیضانِ سنت، دکان نمبر ۲۸ لائق علی چوک واہ کینٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غور طلب مسئلہ!

دین اسلام ہمیشہ ایک رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا منتخب اور پسندیدہ دین ہے۔ توحید باری تعالیٰ ووجودِ باری تعالیٰ، نبوت ورسالت، کتب سماویہ، ملائکہ، تقدیر، جنت ودوزخ، قیامت اسکے بنیادی معتقدات ہیں۔ یہ ہر دور میں یکساں اہمیت کے حامل رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے پیغمبروں کا اعتقادی محور ومرکز یہی دینِ اسلام رہا ہے۔

پیغمبرِ اسلام جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جب بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اسی دین اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی۔ اپنی حکیمانہ دعوت اور کریمانہ اخلاق سے لوگوں کے قلوب واذہان کو اسی کی طرف مائل کر کے انہیں اس کا حامل اور پھر اسکا داعی اور ترجمان بنایا۔

شریعتیں البتہ منسوخ ہوتی رہیں۔ انکے احکام ومسائل بدلتے رہے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اتنی جامع ومکمل ہے کہ شرائع سابقہ کی طرح وہ کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔

اسی شریعت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنے کا حکم ہے۔ مگر لوگوں نے تفرقہ شروع کر دیا جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے

”وما کان الناس الاامۃ واحدہ فاختلفوا“ (سورۃ یونس آیت نمبر 19)

ترجمہ: ”اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے“

ہمارا یہ سلسلہ ”حق تو یہ ہے“ امت مسلمہ کو سیدھے راستے اور قرآن وسنت کی روشنی میں فقہ حنفی نے جو مسائل سمجھائے ہیں ان پر عمل کروانا اور ان مسائل کا قرآن وحدیث سے کس طرح سے ہونا بیان کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فقہ خصوصاً فقہ حنفی کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ تا کہ گمراہی سے بچا جا سکے اختلاف اگر قیود وشرائط کے ساتھ ہوں اور حدود کے اندر ہوں تو معیوب نہیں۔ اسی اختلاف کو امت کے لئے رحمت قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اختلاف ہونا ایک فطری عمل ہے اور آئندہ بھی جزوی فروعی مسائل میں اختلاف جاری رہیں گے جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ حدود وقیود کے ساتھ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے

ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں

"پہلا مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا، دوسرا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا، تیسرا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور چوتھا مذہب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ان مذاہب میں شک نہ کریں تاکہ سنی مسلمان ہوں اوراس بات کا یقین کریں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب باقی تین سے افضل ہے"

(راحت القلوب مسمولہ ہشت بہشت مطبوعہ دہلی)

ہماری یہ کاوش اس لیے ہے کہ جب حق کو دبایا جائے اور بدمذہبی وجھوٹ کو حق بنا کر پیش کیا جائے تو حق سمجھنے والوں کو حق کی پہچان کروانا ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اذا ظهرت البدع ولعن آخر هذه الامة اولها فمن كان عنده علم . فلينشره. فان كاتم العلم يومئذ ككاتم ما انزل الله علىٰ محمد"۔ (ابنِ عساکر)

ترجمہ: جب بددینی ظاہر ہو اور اس امت کے بعد والے لوگ اپنے پہلوں پر لعن طعن کریں تو جس کے پاس بھی علم ہو اسے ظاہر کردینا چاہیے کیونکہ ایسے حالات میں علم کا چھپانا اس طرح ہے کہ جیسے کوئی شخص محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہونے والے احکام وتعلیمات کو چھپائے۔

اللہ رب العزت حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اس سلسلہ "حق تو یہ ہے" میں شمولیت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

قرآنِ حکیم

قرآن حکیم اللہ رب العزت کا کلام ہے جو اللہ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نازل فرمایا۔

قرآن حکیم میں ہمارے لیے احکام، مسائل، حضرات انبیاء علیہم السلام کے تذکرے، پچھلی قوموں کے واقعات، مختصر یہ کہ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے سب کچھ بیان فرمایا ہے۔ خواہ وہ تفصیلاً ہو یا اجمالاً۔ ہمیں قرآن میں نظر آتا ہو یا نہیں مگر ہے ضرور۔ یہی قرآن حکیم پر ایمان رکھنے والوں کا ایمان ہے۔ خود قرآن حکیم میں اللہ

رب العزت ارشاد فرماتا ہے

''ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین''

ترجمہ: اور نہیں کوئی تر چیز اور نہ خشک چیز مگر سب کا بیان اس کتاب میں ہے

اس سے پتہ چلا کہ واقعی تمام چیزوں کا بیان قرآن حکیم میں ہے اور قرآن حکیم ہمارے مذہب کی پہلی بنیاد ہے۔ قرآن کریم کی آیات تین قسم کی ہیں

۱۔ آیاتِ مقطعات : وہ آیات جن کا ظاہری معنی نہ ہوں، نہ ترجمہ وغیرہ مثلاً الم، کھٰیٰعص وغیرہ

۲۔ آیات متشابہات: وہ آیات جن کا ظاہری معنی تو ہو مگر وہ انکا حقیقی معنی نہ ہو مثلاً ''ید اللہ'' وغیرہ اسکا ظاہری معنی اللہ کا ہاتھ ہے مگر یہ معنی وہم پیدا کرتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت جسم و جان سے پاک ہے ان دونوں قسم کی آیات سے احکام و مسائل اخذ کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کے حقیقی معنی اللہ رب العزت اور اس کا محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں۔

۳۔ آیاتِ محکمات: وہ آیات جن کا ظاہری معنی ہو اور وہی حقیقی معنی بھی ہو مثلاً ''ذلک الکتاب لا ریب فیہ'' ''یعنی یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک کی جگہ نہیں'' اس قسم کی آیات سے احکام و مسائل اخذ کئے جاسکتے ہیں انہی آیات میں سے عقائد اخذ کیے جاتے ہیں اور مسائل کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں۔

قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے صرف، نحو، تفسیر، لغت، ناسخ و منسوخ اور دیگر علم وغیرہ کا جاننا نہایت ضروری ہے اس کے بغیر قرآن سے مسائل و احکام نکالنا گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور قرآن کی تفسیر بھی کئی قسم کی ہوتی ہے۔

۱۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے۔ یہ سب سے معتبر تفسیر ہے۔

۲۔ قرآن کی تفسیر فرمان رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

۳۔ قرآن کی تفسیر فرمان صحابی رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

۴۔ قرآن کی تفسیر مفسرین کرام سے۔

ان تفسیروں کو سامنے رکھتے ہوئے جب قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو قرآن کریم ھدایت دے گا ورنہ گمراہی ملے گی جیسا کہ منکر حدیث و قادیانی، بہائی و نیچری اور دیگر ان سے ملتے جلتے فرقے گمراہ فرقے ہیں۔

انہوں نے قرآن حکیم کو اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے وہ گمراہ ہو گئے جیسے آج بھی کئی گروہ اس پر زور دیتے ہیں جیسے کہ آجکل مماتی حضرات۔ اللہ رب العزت قرآن حکیم کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث شریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان عالیشان کو، آپکے فعل کو اور آپکے سامنے کوئی کام کیا جائے یا کوئی بات بیان کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعتراض نہ کریں ان سب کو حدیث کہتے ہیں۔

سی طرح صحابہ کرام کے اقوال وافعال کو بھی حدیث کہتے ہیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کی حیثیت سے اس کی تین قسمیں ہیں،

۱۔حدیث قولی: وہ حدیث ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول یا فرمان ہو۔

۲۔حدیثِ فعلی: وہ حدیث جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فعل یعنی عمل بیان کیا گیا ہو۔

۳۔حدیثِ تقریری: وہ حدیث جس میں کوئی کام یا کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بیان کی گئی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا ہو تو یہ حدیث تقریری ہے۔ ان میں سب سے فوقیت حدیثِ قولی کو ہے۔

قرآن حکیم میں کوئی اگر اجمال ہو یعنی بات واضح نہ ہو تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان سے اس کو مفسر کیا جاتا ہے یعنی قرآن حکیم کا جو معنی ومفہوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان فرمائیں اس کو قبول کیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے حدیث بہت ضروری ہے ورنہ قرآن سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر حدیث کو چھوڑ دیا جائے، قرآن سے ہدایت نہیں ملتی اس لیے حدیث کا سمجھنا اسکا جاننا نہایت ضروری ہے۔ حدیث پر عمل کر کے ہی قرآن پر عمل کیا جا

سکتا ہے۔

روایت کے لحاظ سے حدیث کی اقسام:

۱۔صحیح ۲۔حسن ۳۔حدیث ضعیف ۴۔شاذ ومحفوظ ۵۔منکر ومعروف ۶۔متابع ۷۔شاہد
۸۔متروک ۹۔موضوع (تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات کاظمی جلد اول صفحہ ۲۲۷

فقہ حنفی

دوسری صدی ہجری کے وسط تک تدوین فقہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی۔ کیونکہ براعظم ایشیاء، یورپ اورافریقہ کے آفاق پر اسلامی صبح نمودار ہو چکی تھی اور اسلامی تعلیمات کی ضیاء پاشیاں بڑھتی جارہی تھیں۔عربی، رومی، فارسی، عجمی ایسی مختلف اقوام اسلامی سلطنت میں شامل ہو چکی تھیں جبکہ عربی کے ساتھ دوسری زبانوں کے مل جانے کی وجہ سے قرآن وحدیث کے صحیح مفاہیم تک رسائی عام عربوں کے لیے بھی دشوار ہو رہی تھی چہ جائیکہ ہر عام آدمی استنباطِ مسائل کی دہلیز تک پہنچ سکے نیز گردش ایام سے روز نئے مسائل جنم لے رہے تھے۔

قرآن وحدیث ان مسائل کے حل سے ہرگز تہی دامن نہ تھی اور نہ اب ہیں مگر ہر نگاہ کے لیے ان مسائل کے محل وقوع کا سراغ پانا مشکل تھا۔

قیامت تک کسی نئے پیش آنے والے مسئلے کو اگر قرآن وحدیث کے مظاہر جزئیات سے نہ بھی تلاش کیا جاسکے لیکن قرآن وحدیث کی کلیات کی آئینہ بندیوں میں اسکا عکس ضرور نظر آتا ہے۔ایسے حالات میں دوسری صدی ہجری کے ابتدائی عشروں ہی میں حفاظتِ دین کے لیے علماء امت نے فقہ اسلامی کی تدوین اور اصول کی تبویب کو لازمی سمجھا۔

خود قرآن حکیم نے سلیم الفکر حضرات کو استنباط مسائل کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' (سورۃ الحشر آیت نمبر۲ (ترجمہ: پس اعتبار کرو اے نگاہ والوں)

نیز فرمایا: ''وامرہم شوریٰ بینھم'' سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۳۸ (ترجمہ: اور ان کا کام انکے مشورے سے ہے)

حدیثِ رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی علماء وقت کو اس اہم کام کی طرف متوجہ کر رہی تھی

طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے حضور اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا

''یارسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ہمیں کوئی مسئلہ درپیش آجائے جس کے بارے میں کوئی امر و نہی نہ ہو تو اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے تو سیدِ عالم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ ایسے مسئلہ کے بارے میں فقہا اور متقی لوگوں سے مشورہ کرلینا'' (۱۔مجمع الزوائد ، ۲۔ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۱)

لہٰذا نفوس قدسیہ کی مشاورت سے بھی کسی مسئلہ کے بارے میں حکم کو شرعی حکم قرار دیا گیا۔

امام اعظمؒ نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ایک دور گزر جانے کے بعد امت مسلمہ پر احسان کرے ہوئے تدوین فقہ کا ذمہ اٹھایا۔ اور ۱۲۰ ہجری میں یہ کام شروع کیا اس جامعیت کے لحاظ سے تدوین کرنے پر فقہ کے بانی کہلائے چنانچہ امام موفق بن احمد مکی متوفی ۴۸۴ھ فرماتے ہیں

''حضرت امام ابو حنیفہؒ وہ پہلے مجتہد ہیں جنہوں نے اس شریعت کے علم کو مدون کیا آپ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا تھا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے علم شریعت کی تبویب نہیں کی تھی اور نہ اسے کتب میں مرتب کیا تھا وہ اپنی قوت فہم پر اعتماد کرتے تھے اور انکے دل ہی انکے علوم کے لیے صندوق تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ انکے بعد جلوہ گر ہوئے آپ نے علم کو منتشر دیکھا تو آپکو علم شریعت کے ضائع ہو جانے کا خوف ہوا، کیونکہ حضورِ اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' اللہ تعالیٰ علم کو ایسے نہیں سلب فرمائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے سلب کرلے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اسے علماء کی موت سے سلب فرمائے گا پس جاہل رہ جائیں گے جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کردیں گے'' (مشکوٰۃ شریف)

(1) اس لیے امام ابو حنیفہؒ نے علمِ شریعت کے اجتہادی مسائل کو ابواب اور کتب کی صورت میں مرتب کیا۔

(2) لہٰذا امام اعظم ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے امت کے سامنے فقہ اسلامی، مستقل فن کی حیثیت سے پیش کیا اور آپ نے تقریباً پانچ لاکھ فقہی مسائل جمع کیے۔ (مناقب الاعظم جلد ا صفحہ ۵۵۔ حافظ ابنِ عبدالبر مطبوعہ کوئٹہ)

امام اعظم نے فقہ حنفی کی تدوین فرمادی تو امام مالکؒ نے مدینہ منورہ میں فقہ مالکی کی تدوین کی۔ اور اپنی حدیث کی کتاب موطاء کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا۔ انکے بعد امام محمد بن ادریس شافعیؒ نے فقہ شافعی کی تدوین کی۔ انہوں نے فقہا مدینہ سے بھی استفادہ کیا اور حضرت امام اعظم کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ بعد ازاں بغداد شریف میں امام احمد بن حنبلؒ نے فقہ حنبلی کی تدوین کی۔ امام اعظمؒ کی اس میدان میں سبقت اور آپکے احسان عظیم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امام شافعیؒ نے آپکو یوں خراج تحسین پیش کیا

''ان الناس عیال لابی حنیفہ فی الفقہ'' ترجمہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے دستِ نگر ہیں۔

(المیزان الکبریٰ جلد ا صفحہ ۶۳، المناقب للموفق جلد ۲ صفحہ ۳۱)

فقہ حنفی کی تدوین اور شوریٰ کا کردار

حضرت امام اعظمؒ کا علمی پایہ جس قدر بلند تھا وہ امت مسلمہ کے لیے ایک قابل فخر امر ہے۔ جس سے کسی کو کوئی انکار نہیں مگر امامؒ نے اس تمام تر علم و دانش کے باوجود صرف اپنی ذات پر اور اپنے علمی ذخیرہ پر ہی اعتماد نہیں کیا بلکہ فقہ کی تدوین کے لیے آپ نے علماء عصر کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی اور پھر ان میں مجتہدین کا ایک بورڈ بنایا اس سے پتہ چلتا ہے کہ امامؒ فقہ کی تدوین کے سلسلہ میں کتنے محتاط تھے۔ آپ کی احتیاط اور تحقیق کی جھلک ملاحظہ فرمائیں

حضرت ابوجعفر حضرت شفیق بلخی سے روایت کرتے ہیں کہ ''حضرت امام ابوحنیفہؒ تمام لوگوں میں سے اعلیٰ درجے کے متقی، پرہیزگار، عابد، شب زندہ دار اور شرف و عزت کے تاجدار تھے۔ آپ دینی امور میں حد درجے کے محتاط تھے۔ آپ ان لوگوں کے سرخیل تھے جو دین الٰہی میں اپنی رائے کو دخل نہیں دیتے۔ نے فقہ میں ایک مسئلہ بھی ایسا وضع نہیں فرمایا جس پر آپؒ نے ''اجتہاد بورڈ'' کا اجلاس منعقد نہ کیا ہو۔ بلکہ ہر مسئلے پر اپنے اصحاب کو جمع کرتے اور دلائل کا تبادلہ ہوتا۔ جب آپکے تمام اصحاب اس بات پر متفق ہو جاتے کہ یہ مسئلہ شریعت کے موافق ہے۔ تو آپ حضرت امام ابویوسفؒ یا اور کسی صاحب کو فرماتے کہ اس مستنبط مسئلہ کو فلاں باب میں لکھ دیں'' (المیزان الکبریٰ جلد ا صفحہ ۶۱)

مسند خوارزمی میں شوریٰ اور اجتہاد سیل کی کاروائیوں کی جھلک پیش کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

''جب کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو حضرت امام اعظمؒ اپنے اراکین شوریٰ سے مشورہ کرتے۔ مسئلہ کی صحیح سمت

واضح کرنے کے لیے اپنے اصحاب کے ساتھ اس پر مناظرہ کرتے، علمی مذاکرے اور مباحثے ہوتے آپ ان سے اس مسئلہ سے متعلق کوئی حدیث یا اثر ہوتا تو اسے سنتے اور خود امامؒ کے پاس قرآن و حدیث سے اس بارے میں جو دلائل ہوتے وہ بیان فرماتے۔ ایک ایک ماہ یا اس سے بھی زائد وقت تک مجتہدین سے اس مسئلہ میں مناظرہ کرتے رہتے یہاں تک کہ قول فیصل نکھر کر سامنے آجاتا۔ تب اسے امام ابو یوسفؒ درج فرماتے"۔

ایسے ہی شورائی طریق پر حضرت امام اعظمؒ نے فقہ حنفی کے اصولوں کو مرتب فرمایا۔ آپ کا یہ طریقہ دوسرے آئمہ فقہ سے منفرد تھا کیونکہ دیگر آئمہ فقہ میں سے کسی نے بھی علماء و مجتہدین کی ایسی شوریٰ کی مدد سے اصول مرتب نہیں کیے بلکہ انہوں نے انفرادی طور پر اصول وضع کیے ہیں" (المناقب للموفق جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

اراکین مجلسِ شوریٰ اور ممبران اجتہاد بورڈ کی تعداد

حضرت امام اعظمؒ نے تدوینی امور کو زیادہ سے زیادہ قابلِ اعتماد اور شاندار بنانے کے لیے ایک بہت بڑی شوریٰ بنائی خصوصاً اس دور کے اعداد و شمار کے لحاظ سے یہ واقعی بہت بڑی شوریٰ بنائی۔ آج کی کوئی پارلیمنٹ تقویٰ و تقدس اور فہم و فراست کے لحاظ سے تو ویسے ہی نہیں ممبران کی تعداد کے لحاظ سے بھی اس کے ہم پلہ نہیں ہے۔

آپکی شوریٰ کے ممبران کی علمی گرفت بڑی مضبوط تھی انکی تعداد ایک ہزار اور اجتہاد بورڈ کے مجتہد اراکین کی تعداد چالیس تھی۔ ملاحظہ ہو مسندِ خوارزمی میں ہے۔

"ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه اجلهم و افضلهم اربعون قد بلغوا حد الاجتهاد"

ترجمہ: حضرت امام اعظمؒ کے ساتھ انکے اصحاب میں ایک ہزار علماء و فضلاء جمع ہوئے جن میں چالیس علمی لحاظ سے اس قدر عظیم تھے کہ وہ مقام اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے۔ (جامع المسانید (مسند الخوارزمی جلد ا صفحہ نمبر ۳۳ مطبوعہ فیصل آباد)

فقہ حنفی کی ٹھوس بنیادیں

فقہ حنفی قرآن و سنت کی تعلیمات کا وہ حصن حصین ہے جس کی بنیادیں عقل و نقل کی سیسہ گری سے مضبوط ہیں۔ امام اعظمؒ کی فکری کاوش نے اسے شک و شبہ کی ہر دراڑ سے محفوظ تر کرنے کے لیے اپنے شب و روز وقف کیے۔ یہ ایسی

مبارک فقہ ہے۔ جو قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے۔ یہ دیکھنے کے لیے حضرت وکیع کی محفل میں چلیں۔ ابن کرامہ روایت کرتے ہیں

ترجمہ: ابن کرامہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت وکیع کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے کسی مسئلہ کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے متعلق کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہ نے غلطی کی ہے اس پر حضرت وکیعؒ نے فرمایا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کیسے غلطی کر سکتے ہیں حالانکہ انکے ساتھ (انکی شوریٰ میں) حضرت امام یوسفؒ اور امام زفرؒ اپنے مضبوط قیاس کی قوت لے کر بیٹھے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث، حضرت حبان اور حضرت مندل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ایسے محدثین حفظ حدیث کی دولت لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت قاسم بن معن ایسے عربی زبان و ادب کی مہارت لیے بیٹھے ہیں۔ اور حضرت داؤد طائی اور حضرت فضیل بن عیاض ایسے عظیم صوفی اپنا زہد و تقویٰ لیے بیٹھے ہیں۔ جس شخصیت کے پاس بیٹھنے والے افراد ایسے ہوں وہ شخصیت غلطی کے قریب ہی نہیں جا سکتی۔ اس لیے اگر وہ غلطی کی طرف آئے بھی تو یہ پاس بیٹھے ہوئے حضرات ضرور اس غلطی کو رد کر دیں گے (تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۴، صفحہ نمبر ۲۴۷ الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ) اسی حوالہ سے حضرت مسعود شیبہؒ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اپنے مذکورہ اصحاب کے ساتھ بحث و تمحیث اور بڑے غور و خوض کے بعد ہی کسی مسئلہ کو وضع فرمایا یا کسی تفریع کی متفرع کیا۔ جن اصحاب کے ساتھ اتفاق کے بعد ہی آپ کسی مسئلہ کے بارے میں حکم فرماتے تھے وہ ایسے یگانہ روزگار علماء تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فن کا امام تھا۔ اور انکی رائے کو اپنے فن میں اسوقت اوروں کی رائے پر مقدم کیا جاتا تھا۔ انکی بات اتنی وزنی تھی کہ کسائی اور فراء ایسے عربی نحو کے امام انکی بات کو بطور دلیل پیش کیا کرتے تھے۔ اور اصمعی ابو عبید اور ابی زید ایسے ادیب اور قاری انکے اقوال سے استناد کرتے تھے۔

تدوین فقہ میں کارفرما ایک اہم اصول

امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب نے تمام فقہ کی تدوین میں ایک اصول کی شدت سے پابندی کی ہے کسی مسئلہ کے بارے میں حکم بیان فرماتے ہوئے۔ آپؒ سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع فرماتے اور اگر قرآن مجید سے اس کی دلیل نہ پاتے تو پھر حدیث شریف کی طرف رخ فرماتے، اگر یہاں بھی دلیل نہ پاتے تو پھر صحابہ کرامؓ کے فیصلوں سے دلیل تلاش کرتے۔ اگر ان سے بھی دلیل نہ پاتے تو پھر قیاس کے اصولوں کے مطابق مطلوبہ مسئلہ کہ جس

مسئلہ کے ساتھ مشابہت ہوتی اور اس دوسرے مسئلہ کے بارے میں قرآن وحدیث میں دلیل پائی جاتی تو پھر مطلوبہ مسئلہ کو اپنی مشابہت کے حامل پر قیاس کر کے وہ حکم مطلوبہ مسئلہ میں صادر فرما دیتے۔ مگر کہیں قیاس کو قرآن وحدیث پر کو مقدم نہیں کیا۔ امام صاحب خود اپنا طریقہ کار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''ہم دلیل مسئلہ کے بارے میں قرآن وسنت یا صحابہ کے فیصلوں میں غور کرتے ہیں اگر مذکورہ مصادر میں دلیل نہ پا سکیں تو ہم مسکوت عنہٗ کو منطوق پر قیاس کرتے ہیں''۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں ''کذب واللہ وافتری علینا من یقول ان نقدم القیاس علی النص''

ترجمہ: خدا کی قسم اسنے جھوٹ بولا اور ہم پر بہتان باندھا جو یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں

(المیزان الکبریٰ، جلد اول صفحہ نمبر ۵۶)

ایک مقام پر امام اعظمؒ اپنے اجتہاد کے طریقہ کا ذکر فرماتے ہیں

''مسائل کے حکم کے بارے میں اولاً کتاب اللہ میں حکم تلاش کرتا ہوں پھر سنتِ رسول اللہؐ سے پھر اقوالِ صحابہ کرامؓ سے، اگر کتاب اللہ سے حکم مسئلہ پالوں تو پھر سنت کی طرف نہیں جاتا۔ اگر سنت سے حکمِ مسئلہ مل جائے تو پھر اقوالِ صحابہؓ کی طرف رجوع نہیں کرتا اور اگر سنت سے نہ ملے تو اقوالِ صحابہؓ میں سے محبوب قول اختیار کرتا ہوں صحابہ کرامؓ کے اقوال سے بھی حکمِ مسئلہ معلوم نہ ہو تو پھر میں اجتہاد کرتا ہوں'' یہی بات آپ نے اس وقت فرمائی تھی جب عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ سے اس بارے میں وضاحت طلب کی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا

ترجمہ: میرا طریقہ یہ ہے کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، پھر سنتِ رسول اللہ پر، پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ کے فیصلوں پر پھر باقی صحابہ کرامؓ کے فیصلوں پر پھر اس کے بعد قیاس کرتا ہوں (المیزان الکبریٰ جلد اول صفحہ نمبر ۵)

غیر مقلدین کے ممدوح ابن قیم الجوزیہ نے اس بارے میں واضح لکھا کہ امام اعظمؒ تو ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے تھے ملاحظہ فرمائیں ''اعلام الموقعین جلد اوّل مطبوعہ دار الفکر بیروت''

ترجمہ: اصحابِ ابی حنیفہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ حدیث جو ثبوت کے لحاظ سے ضعیف ہے وہ بھی قیاس اور رائے پر مقدم ہے۔ آپ نے سفر میں نبیذ تمر کے ساتھ وضو کرنے کی

حدیث کو اس کے ضعیف ہونے کے باوجود قیاس پر مقدم رکھا آپ نے دس درھم سے کم مالیت کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنا منع قرار دے دیا۔ حالانکہ اس میں ضعیف حدیث ہے آپ کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے حالانکہ اس بارے میں بھی جو حدیث ہے وہ ضعیف ہے۔ آپ نے اقامت جمعہ کے لیے شہر کو شرط قرار دیا حالانکہ اس بارے میں بھی حدیث ضعیف ہے۔ آپ نے کنوؤں کے مسائل میں قیاس محض کو ترک کیا حالانکہ اس بارے میں جتنے آثار ہیں وہ غیر مرفوعہ ہیں۔

لہٰذا امام صاحب کے نزدیک قیاس نصِ قرآنی یا حدیث صحیح پر تو کیا حدیث ضعیف پر بھی مقدم نہیں۔ لہٰذا ذہن سے اس قسم کی غلط فہمی کو دور کر دینا چاہیے کیونکہ کسی کے متعلق بغیر دلیل کے زن رکھنا گناہ ہے۔

قیاس سے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے درمیان مکالمہ

خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشم وچراغ حضرت امام باقرؒ کے پاس کسی نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جھوٹا پراپیگنڈہ کیا کہ امام ابوحنیفہؒ اپنی رائے اور قیاس کو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترجیح دیتے ہیں چنانچہ جب پہلی بار امام صاحب مدینہ منورہ میں حضرت امام باقرؒ سے ملے تو دونوں عظیم شخصیات کے درمیان مذکورہ مسئلہ پر گفتگو ہوئی جس کے اختتام پر حضرت امام باقرؒ امام ابوحنیفہؒ سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے امام اعظمؒ کی جبین پر بوسہ دیا آیئے وہ شاندار مکالمہ ملاحظہ فرمایئے۔

ترجمہ: ''حضرت امام باقرؒ نے فرمایا! کیا آپ وہ ہیں جس نے قیاس سے میرے نانا کے دین اور احادیث کو بدل دیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کہا معاذ اللہ! اسکے بعد آپ نے کہا آپؒ تشریف رکھیں اور ایسے مقام اور شان سے بیٹھیں جو آپؒ کے شایانِ شان ہو۔ تاکہ میں اپنی حیثیت کے مطابق بیٹھوں کیونکہ میرے نزدیک آپؒ کا وہ مقام ومرتبہ اور عزت واحترام ہے جو آپؒ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی حیاتِ ظاہری میں صحابہ کرامؓ کے نزدیک تھا چنانچہ حضرت امام باقرؒ تشریف فرما ہوئے تب حضرت ابوحنیفہؒ انکے سامنے دوزانو بیٹھے اور کہا میں آپ سے تین مسائل دریافت کرتا ہوں۔ آپؒ جواب ارشاد فرمائیں۔

۱۔ مرد کمزور ہے یا عورت؟

حضرت امام باقرؓ: عورت مرد کی نسبت کمزور ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ: عورت کے لیے وراثت کے لحاظ سے کتنے حصے ہیں؟

حضرت امام باقرؓ: مرد کے دو حصے ہیں اور عورت کا ایک حصہ ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ: یہ آپؐ کے نانا کا فرمان ہے۔ اگر میں قیاس سے آپؐ کے نانا کے دین کو تبدیل کرنے والا ہوتا تو میرے لیے مناسب تھا کہ میں کہتا کہ مرد کا ایک حصہ اور عورت کے دو حصے ہیں۔ چونکہ عورت کمزور ہے۔ حالانکہ میں نے یہ قول نہیں کہا۔ (کیونکہ عقلاً کمزور کو زیادہ حصہ ملنا چاہیے)۔

۲۔ پھر آپ نے سوال کیا، کیا نماز افضل ہے یا روزہ؟

حضرت امام باقرؓ: نماز روزے سے افضل ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ: یہ آپکے نانا کا فرمان ہے۔ اور اگر میں آپؐ کے ناناؐ کی حدیث کو قیاس سے بدلتا تو قیاس تو یہ ہے میں، حیض سے پاک ہونے والی عورت کو حکم دیتا کہ وہ نماز قضا کرے اور روزہ قضاء نہ کرے کیونکہ غیر افضل سے افضل کی قضا زیادہ ضروری ہے۔ حالانکہ میں نے ایسا نہیں کہا۔

۳۔ پھر آپؒ نے پوچھا کہ پیشاب زیادہ پلید ہے یا نطفہ؟

حضرت امام باقرؓ: پیشاب زیادہ پلید ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ: اگر میں آپؐ کے ناناؐ کے دین کو قیاس سے تبدیل کرتا تو میں یہ حکم دیتا کہ پیشاب کرنے کے بعد غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اور انزال منی کے بعد وضو سے بھی طہارت حاصل ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ زیادہ نجس چیز کے خروج کے بعد غسل فرض ہو جانا چاہیے اور وہ پیشاب ہے۔ لیکن معاذ اللہ! میں نے یہ قول نہیں کہا اور نہ ہی آپؐ کے ناناؐ کے دین کو قیاس سے تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ پس حضرت امام باقرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے معانقہ کیا اور آپکی پیشانی پر بوسہ دیا (المناقب للموفق جلد اوّل صفحہ ۱۶۸)

حضراتِ محترم! اس ساری تحریر سے ہمیں یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ فقہ حنفی قرآن وسنت کی ٹھوس بنیادوں اور اجماعِ صحابہ کے فیصلوں اور مجتہدین کی ایک جماعت سے بنا ہے یہ صرف عقلی کاوش نہیں بلکہ قرآن وسنت کی روشنی ہے جو اس کی روشنی میں چلے گا وہ کامیاب ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مولانا ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی کی دیگر تصنیفات

"الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی شرعی حیثیت (مطبوعہ)

قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کو واضح کیا گیا ہے

صلوٰۃ الحنفی فی احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (غیر مطبوعہ)

جس میں وضو، پوری نماز کے تمام جزیات اور نماز کے بعد

کے اعمال کو قرآن اور احادیث صحیحہ سے مزین کیا گیا ہے

یہ منفرد قسم کی کتاب ہوگی۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ ان

تمام مسائل کی بنیاد قرآن اور حدیث سے ہے۔

"ترکِ رفع یدین" ہی سنتِ ثابتہ ہے (غیر مطبوعہ)

1. جس میں ایک ہزار سالہ تحقیقات کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے
2. قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل سے مزین کیا گیا ہے
3. مخالفین کے دلائل کا مسکت جواب اور واضح کیا گیا ہے کہ انکے دلائل تارِ عنکبوت کی طرح کمزور ہیں
4. یقیناً آپ یہ کتاب پڑھ کر کہ اٹھیں گے کہ مذہبِ حنفی کتنے ٹھوس دلائل پر قائم ہے۔